بحث و نظر

جرح و تعدیل کا تدریجی ارتقاء

(۲)

ڈاکٹر ظفر احمد صدیقی

صحابۂ کرام کے بعد ہم کبارِ تابعین کے عہد کی طرف منتقل ہوتے ہیں۔ یوں تو تلامذۂ صحابہ کی تعداد بہت بڑی ہے، لیکن وہ حضرات جن سے جرح و تعدیل کے اقوال مروی ہیں، تعداد میں بہت تھوڑے ہیں اور ان میں بھی سرفہرست ابراہیم نخعی (ف ۹۶ھ) شعبی (ف ۱۰۴ھ) اور ابن سیرین (ف ۱۱۰ھ) ہیں۔ چند اقوال ابوعبدالرحمن سلمی (ف ۷۴ھ) سعید بن المسیب (ف ۹۳ھ) سعید بن جبیر (ف ۹۵ھ) طاؤس (ف ۱۰۶ھ) اور حسن بصری (ف ۱۱۰ھ) کے بھی مل جاتے ہیں۔ آئندہ صفحات میں ہم انہی حضرات کے اقوال و بیانات کی روشنی میں یہ جاننے کی کوشش کریں گے کہ کبارِ تابعین کے عہد میں جرح و تعدیل نے ارتقا کی کون سی منزلیں طے کیں؟

ہماری محدود معلومات کی حد تک راویوں کے سلسلے کے لیے "اسناد" اور راویانِ حدیث کے لیے "رجال" کا لفظ غالباً سب سے پہلے اسی عہد میں استعمال ہوا ہے۔ ابن سیرین (ف ۱۱۰ھ) فرماتے ہیں: لم یکونوا یسالون عن الاسناد، فلما وقعت الفتنة، قالوا سموا لنا رجالکم[۲۷] (ابتداءً لوگ سلسلۂ سند کے بارے میں نہیں پوچھتے تھے لیکن جب فتنے کا ظہور ہو گیا تو لوگوں نے کہا کہ اپنے راویوں کے نام بتاؤ)۔

اس عہد میں قدریہ، مرجئہ وغیرہ مختلف مذہبی فرقوں کے وجود میں آنے کے سبب سے راویانِ حدیث کو دو گروہوں میں تقسیم کیا گیا۔ صحیح العقیدہ راویوں کو "اہل سنت" اور ان سے مختلف عقائد رکھنے والوں کو "اہلِ اہواء" یا "اہل بدعت" کا نام دیا گیا۔ اول الذکر کی روایتیں قبول کی گئیں اور ثانی الذکر کی روایتیں ترک کی گئیں۔ ابن سیرین کے مذکورہ بالا قول کا تتمہ یہ ہے:

فینظر الی اهل السنة فیوخذ حدیثهم، وینظر الی اهل البدع فلا یوخذ حدیثهم[۲۸] (اہل سنت راویوں کو دیکھتے ہوئے ان کی حدیثیں قبول کی جائیں گی اور اہلِ بدعت راویوں کو دیکھتے ہوئے ان کی روایتیں ترک کر دی جائیں گی)۔

ابن سیرین ہی کے ایک دوسرے بیان کی حکایت شعیب بن الحبحاب اس طرح کرتے ہیں: قلت لابن سیرین: ماتری فی السماع من اھل الاھواء؟ قال: لا نسمع منھم ولا کرامۃ[۴۹] (میں نے ابن سیرین سے پوچھا کہ اہل اہوا سے روایتوں کے سننے کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ انھوں نے جواب دیا نہ ہم ان سے سنتے ہیں اور نہ ان کی کوئی وقعت ہے)۔

ان بیانات کے پیش نظر ہم یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ عقائد کی بنیاد پر جرح کا سلسلہ اسی عہد سے شروع ہوا۔ ہمارے علم کی حد تک صحابۂ کرام سے کسی معین راوی کی تکذیب و تضعیف کا کوئی قول منقول نہیں ہے۔ بجز حضرت عبادہ بن صامت رضؓ کے قول "کذب ابو محمد"[۵۰] کے۔ حضرت عبادہؓ نے یہ الفاظ حضرت ابو محمد الصاریؓ کے قول "الوتر واجب" کی تردید کے طور پر کہے تھے۔ لیکن درحقیقت یہاں 'کذب' جھوٹ کے معنی میں نہیں ہے، بلکہ اس سے خطا و غلطی کے معنی مراد ہیں۔ ایک تو اس لیے کہ حضرت ابو محمدؓ خود صحابی ہیں، بلکہ اصحاب بدر میں سے ہیں۔ اس لیے ان سے کذب کے صدور کا احتمال نہیں۔ دوسرے اس لیے کہ حضرت ابو محمدؓ کا "الوتر واجب" کہنا روایت کے طور پر نہ تھا، اجتہاد کے طور پر تھا اور ظاہر ہے کہ مجتہد سے اجتہاد میں غلطی تو ہو سکتی ہے، لیکن اسے کاذب نہیں کہا جا سکتا۔[۵۱]

بہر حال عرض یہ کرنا تھا کہ کبار تابعین کے عہد سے مخصوص و معین راویوں پر جرح کی مثالیں ملنے لگتی ہیں۔ اس سلسلے میں ہمیں سب سے قدیم تر قول ابو عبدالرحمٰن عبداللہ بن حبیب السلمی (ف ۷۴ھ) کا دستیاب ہوا ہے۔ انھوں نے ایک موقع پر فرمایا: لا تجالسوا القصاص غیر ابی الاحوص، وایاکم وشقیقاً[۵۲] اس بیان کے پہلے جز میں انھوں نے ابو الاحوص عوف بن مالک بن نضلہ کوفی کی تعدیل کی ہے اور دوسرے جز و میں ابو عبدالرحیم شقیق ضبی کوفی کی تضعیف کرتے ہوئے، اس سے دور رہنے کا مشورہ دیا ہے۔

اس عہد میں راوی کی تضعیف کے لیے عام طور پر دو مادّے استعمال کیے گئے ہیں، ایک "اتہام" کا، دوسرے "کذب" کا۔ تفصیلات ذیل میں ملاحظہ ہوں:

ابراہیم نخعی (ف ۹۶ھ) حارث اعور کوفی (ف ۶۵ھ) کے بارے میں فرماتے ہیں: ان الحارث اتہم[۵۳] (حارث متہم ہے) عامر بن شراحیل الشعبی (ف ۱۰۴ھ) فرماتے ہیں: حدثنی الاعور واشھد انہ احد الکذابین[۵۴]۔ (مجھ سے اعور نے بیان کیا اور میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ جھوٹوں میں سے ایک ہے) انھیں کا قول ہے: الحارث کذاب[۵۵] (حارث جھوٹا ہے) ابراہیم نخعی، مغیرہ بن سعید البجلی اور ابو عبدالرحیم شقیق ضبی پر جرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں: إیاکم والمغیرۃ بن سعید وأبا

عبدالرحیم فانھما کذابان۔[۵۶] ابن سیرین (ف ۱۱۰ھ) عکرمہ کے بارے میں فرماتے ہیں: مایسوءنی ان یکون من اھل الجنۃ ولکنہ کذاب۔[۵۷] (مجھے اس میں کوئی ناگواری نہیں کہ وہ اہل جنت میں سے ہوں، لیکن وہ کذاب ہیں) سعید بن المسیب (ف ۹۳ھ) اپنے غلام بُرد سے خطاب کرتے ہوئے کہتے ہیں: لاتکذب علیّ کما یکذب عکرمۃ علی ابن عباس۔[۵۸] (تم میری طرف جھوٹی روایتیں منسوب نہ کرنا، جس طرح عکرمہ، ابن عباس کی طرف کرتے ہیں)۔

اس طبقے کے تابعین نے بعض صحابۂ کرام یا ان کے آثار ومرویات کے بارے میں بھی اظہارِ خیال کیا ہے۔ چنانچہ شعبی کہتے ہیں: ماکذب علی احد فی ھذہ الامۃ ماکذب علی علیؓ۔[۵۹] (جھوٹی حدیثیں سب سے زیادہ حضرت علیؓ کی طرف منسوب کی گئی ہیں) ابراہیم نخعی فرماتے ہیں: کانوا یرون ان کثیرا من حدیث ابی ھریرۃ منسوخ۔[۶۰] (لوگوں کا خیال تھا کہ حضرت ابوہریرۃ کی اکثر احادیث منسوخ ہیں)۔ ابن سیرین حضرت معاویہؓ کے بارے میں فرماتے ہیں: کان معاویۃ لایتھم فی الحدیث عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔[۶۱] (حضرت معاویہؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث کی روایت میں متہم نہ تھے)۔

مختلف صحابۂ کرام کے شاگردوں میں کن کن لوگوں کے نام زیادہ نمایاں ہیں؟ ان میں باہم کیا فرقِ مراتب ہے؟ کس باب میں کس کو دوسروں پر فوقیت وفضیلت ہے؟ یہ اور اس جیسے دوسرے سوالات بھی اس عہد میں اٹھائے گئے ہیں، چنانچہ ان کے جوابات ملاحظہ ہوں:

ابراہیم نخعی فرماتے ہیں: کان اصحاب عبداللہ الذین یقرؤن الناس القرآن، و یعلمونھم السنۃ، ویصدر الناس عن رأیھم ستۃ: علقمۃ، والاسود، ومسروق، وعبیدۃ، وابومیسرۃ، وعمرو بن شرحبیل، والحارث بن قیس۔[۶۲] (حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے وہ تلامذہ، جو لوگوں کو قرآن پڑھاتے اور سنت کی تعلیم دیتے تھے اور جن کی رائے پر لوگ اعتماد کرتے تھے چھ ہیں: علقمہ، اسود، مسروق، عبیدہ، ابومیسرہ، عمرو بن شرحبیل اور حارث بن قیس)۔

داؤد بن ابی ہند کہتے ہیں کہ میں نے شعبی سے کہا کہ مجھے حضرت عبداللہ ابن مسعود کے تلامذہ کے بارے میں اس طرح بتائیے کہ ان کی صورت نگاہوں میں گھوم جائے۔ اس کے جواب میں انھوں نے فرمایا: کان علقمۃ أبطن القوم بہ، وکان مسروق قد خلط منہ ومن غیرہ، و کان الربیع بن خثیم اشد القوم اجتھادا، وکان عبیدۃ یوازی شریحا فی العلم والقضاء۔[۶۳] (حضرت ابن مسعود کے تلامذہ میں علقمہ ان سے سب سے زیادہ قریب تھے۔ مسروق کے پاس حضرت ابن مسعودؓ

کے علاوہ دوسروں کی بھی روایتیں نقیں۔ ربیع بن خثیم ریاضت ومجاہدے میں سب سے آگے تھے۔ عبیدہ علم اور قضا میں شریح کے ہم پلہ تھے)۔

ابن سیرین کہتے ہیں: أدركت القوم وهم يقدمون خمسة من بدأ بالحارث الأعور ثنى بعبيدة، ومن بدأ بعبيدة ثنى بالحارث، ثم علقمة الثالث، لاشك فيه، ثم مسروق ثم شريح. وإن قوما أخسهم شريح، لقوم لهم شأن۔[۶۴] (میں نے اہل علم کو پایا کہ وہ پانچ لوگوں کو سر فہرست رکھتے ہیں۔ کچھ لوگوں کے نزدیک اول نمبر پر حارث تو دوم نمبر پر عبیدہ اور بعض کے نزدیک اول نمبر پر عبیدہ تو دوسرے نمبر پر حارث۔ علقمہ تیسرے نمبر پر۔ اس میں کوئی شبہ نہیں۔ پھر مسروق، پھر شریح۔ ظاہر ہے کہ جس جماعت میں شریح سب سے آخری نمبر پر ہوں گے، وہ کیسی عظیم الشان جماعت ہوگی)۔

شعبی کا قول ہے: كان مسروق أعلم بالفتوى من شريح، وكان شريح أعلم بالقضاء من مسروق۔[۶۵] (مسروق افتا میں شریح سے زیادہ علم رکھتے تھے اور شریح کو قضا کی واقفیت مسروق سے زیادہ تھی)۔

غالب بن ابی ہذیل کہتے ہیں: قلت لإبراهيم أعلقمة أفضل أو الأسود؟ قال: علقمة۔[۶۶] (میں نے ابراہیم نخعی سے دریافت کیا کہ علقمہ فائق ہیں یا اسود؟ انھوں نے جواب دیا علقمہ)۔

ایسا اندازہ ہوتا ہے کہ راویوں کی حیثیت اور ان کے رتبے کے لحاظ سے توثیق وتعدیل کے الگ الگ کلمات، جن کا رواج زمانۂ مابعد میں عام طور پر نظر آتا ہے۔ اس وقت تک وجود میں نہیں آئے تھے۔ ثقاتِ تابعین کے حق میں ان کے معاصرین نے جو کلمات استعمال کیے ہیں، انھیں کلماتِ توصیف کہنا زیادہ بہتر ہوگا۔ چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

شعبی عکرمہ کے بارے میں کہتے ہیں: ما بقي أحد أعلم بكتاب الله من عكرمة۔[۶۷] (عکرمہ سے زیادہ کتاب اللہ کا علم رکھنے والا کوئی باقی نہیں بچا)

اسود بن یزید کے بارے میں کہتے ہیں: كان صواما، قواما، حجاجا۔[۶۸] (وہ بکثرت روزہ رکھنے والے، نمازیں پڑھنے والے اور حج کرنے والے تھے)۔

انھیں کا قول ہے: أهل بيت خلقوا للجنة علقمة والأسود وعبد الرحمن۔[۶۹] (علقمہ اسود اور عبدالرحمن گویا جنتی گھرانے کے افراد ہیں)۔

مسروق کے بارے میں کہتے ہیں: ما علمت أن أحدا كان أطلب للعلم في أفق من الآفاق من مسروق۔[۷۰] (تمام آفاق میں مسروق سے بڑھ کر علم کا طالب میرے علم میں کوئی نہیں ہے)۔

اسی طرح ابراہیم نخعی شقیق بن سلمہ ابو وائل اسدی کے بارے میں فرماتے ہیں: انی لاحسبہ ممن یدفع عنا بہ[۴۱] (میرا خیال ہے کہ ان کے طفیل ہماری حمایت کی جائے گی)۔ انھیں کے بارے میں یہ بھی کہتے ہیں: أما انہ خیر منی[۴۲]۔ (وہ یقیناً مجھ سے بہتر ہیں)۔

لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ اس عہد میں کلماتِ تعدیل کا سرے سے وجود ہی نہ تھا۔ اس کی بھی مثالیں کم سہی، لیکن مل جاتی ہیں:

ابن سیرین، قتادہ کے بارے میں فرماتے ہیں: قتادۃ احفظ الناس او من احفظ الناس[۴۳] (قتادہ کی یادداشت سب سے بہتر تھی یا وہ بہتر یادداشت والوں میں ایک تھے)۔

ابو قلابہ کے بارے میں فرماتے ہیں: ابو قلابۃ ان شاء اللہ ثقۃ، رجل صالح[۴۴]۔ (ابو قلابہ انشاء اللہ ثقہ اور نیک انسان ہیں)۔

شعبی، ربیع بن خثیم کے بارے میں فرماتے ہیں: حدثنا الربیع وکان من معادن الصدق[۴۵]۔ (مجھ سے ربیع نے بیان کیا اور وہ معدنِ صدق تھے)۔

قتادہ کے بارے میں کہتے ہیں: ما اتانی عراقی أحفظ من قتادۃ[۴۶]۔ (قتادہ سے بہتر یادداشت والا کوئی عراقی میرے پاس نہیں آیا)۔

شقیق بن سلمہ کے بارے میں کہتے ہیں: علیک بشقیق فإنی ادرکت الناس وھم متوافرون وانھم لیعدونہ من خیارھم[۴۷]۔ (تم شقیق کا ساتھ ہرگز نہ چھوڑو۔ میں ایسے بہت سے لوگوں سے ملا ہوں، جو انھیں بہترین افرادِ انسانی میں شمار کرتے تھے)۔

اس عہد میں راویانِ حدیث کے بارے میں رائے قائم کرنے کے سلسلے میں جن امور کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔ وہ تین چیزیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ اس کے عقائد کیسے ہیں؟ دوسرے یہ کہ اس کا حفظ و ضبط کیسا ہے؟ تیسرے یہ کہ اس کے مرویات کی نوعیت کیا ہے؟ اس دعوے کی تائید و تصدیق گذشتہ صفحات میں پیش کیے گئے بیانات سے تو ہوتی ہی ہے۔ مزید برآں چند اقوال اور بھی پیش کیے جاتے ہیں۔

ابنِ عون کہتے ہیں: جلست إلی ابراھیم فقال فی المرجئۃ قولاً غیرہ احسن منہ[۴۸]۔ (میں ابراہیم نخعی کے پاس بیٹھا تو انھوں نے مرجئہ کے بارے میں ایسی بات کہی، جو کچھ اچھی نہ تھی)۔

طاؤس، معبد جہنی کے بارے میں فرماتے ہیں: احذروا قول معبد فانہ کان قدریاً[۴۹]۔ (معبد کی بات سے بچو، کیونکہ وہ قدری تھا)۔

حسن بصری، اس کے بارے میں فرماتے ہیں: ایاکم ومعبد الجہنی، فانہ ضال مضل[80]۔ (معبد جہنی سے دور بھاگو۔ وہ گمراہ اور گمراہ کن ہے)۔

سعید بن جبیر نے طلق بن حبیب کے بارے میں ایوب سختیانی سے کہا: لاتجالسہ[81]۔ (اس کے ساتھ نہ اٹھو بیٹھو) حماد بن زید اس کی وجہ بتاتے ہیں: کان یری الارجاء[82]۔ (وہ عقیدۂ ارجاء کے قائل تھے)۔

ابراہیم نخعی نے حارث اعور کے فسادِ عقیدہ کی حکایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ان الحارث قال: تعلمت القرآن فی ثلاث سنین، والوحی فی سنتین۔ اوقال: الوحی فی ثلاث سنین والقرآن فی سنتین[83]۔ (حارث نے کہا کہ میں نے قرآن تین سال میں سیکھا اور وحی دو سال میں یا یہ کہا کہ میں نے وحی تین سال میں سیکھا اور قرآن دو سال میں)۔

یہ بیانات راوی کے عقائد اور اس کے دینی احوال سے متعلق تھے۔ اب حفظ و ضبط اور مطالعۂ مرویات سے متعلق بعض اقوال ملاحظہ ہوں:

شعبی کہتے ہیں: قتادۃ حاطب لیل[84]۔ (قتادہ روایت میں رطب و یابس کی تمیز نہیں کرتے)

ابن سیرین کا تجزیہ تھا کہ حسن بصری روایتِ حدیث میں الفاظِ حدیث کی پابندی نہیں کرتے۔ قوتِ بیان کے ذریعے اسے عمدہ بناتے اور اس میں اپنے مواعظ کا اضافہ کر دیتے ہیں (یسمع الحدیث فیجودہ بمنطقہ، ویصل فیہ من مواعظہ) خود اپنے بارے میں ان کا خیال تھا کہ میں حدیث میں کوئی اضافہ تو نہیں کرتا، لیکن کچھ نہ کچھ مجھ سے کمی ضرور ہو جاتی ہے۔ (اسمع الحدیث فأسقط منہ) اس کے برخلاف قتادہ کی تعریف کرتے ہوئے وہ کہتے ہیں کہ ان کا حفظ و ضبط ہم سب میں سب سے عمدہ ہے۔ وہ جس طرح حدیث سنتے ہیں، من وعن اسی طرح نقل کر دیتے ہیں۔ (واما اللتی خرجت کما دخلت فقتادہ، فھو أحفظ الناس[85])۔

گذشتہ صفحات میں ہم نے استدراکات صحابہ کا تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ وہاں ہم نے عرض کیا تھا کہ یہ استدراکات راویانِ حدیث پر جرح کے اولین نقوش ہیں۔ چنانچہ اب ہم کبارِ تابعین کے عہد سے اس طرح کی جرحوں کی مثالیں پیش کرتے ہیں۔ عکرمہ کے بارے میں سعید بن المسیب اور ابن سیرین کی جرحیں ماقبل میں نقل کی جا چکی ہیں۔ ان اقوال کا تعلق بھی عکرمہ ہی سے ہے:

(۱) عطاء خراسانی کہتے ہیں کہ میں نے سعید بن المسیب سے کہا کہ عکرمہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت میمونہؓ سے حالتِ احرام میں نکاح فرمایا۔ اس کے جواب میں انھوں نے کہا

کہ وہ خبیث جھوٹ بولتا ہے۔ جاؤ اور اسے گالیاں دو۔ میں تمہیں حدیث سناتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حالتِ احرام میں تشریف لائے۔ پھر جب آپ نے احرام کھول لیا تب نکاح فرمایا۔ (عن عطاء الخراسانی قال: قلت سعید بن المسیب: ان عکرمۃ یزعم ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ تزوج میمونۃ وھو محرم۔ فقال: کذب مخبثان، اذھب الیہ فسبہ، ساحدثکم قدم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو محرم، فلما حل تزوجھا[۸۵۶])۔

(۲) عبداللہ بن خثیم کہتے ہیں کہ میں نے اور عبداللہ بن سعید نے عکرمہ سے "والنخل باسقات" کے معنی دریافت کیے۔ انھوں نے جواب دیا کہ کھجوروں کا بسوق، ولادت کے وقت عورتوں کے بسوق (پستان میں دودھ اترنے) کے مانند ہوتا ہے۔ پھر میں سعید بن المسیب کے پاس گیا اور انھیں عکرمہ کی یہ بات بتلائی۔ اس کے جواب میں انھوں نے کہا کہ عکرمہ نے غلط کہا۔ کھجوروں کے بسوق سے مراد اس کی درازی اور لمبائی ہے۔ (عن عبداللہ بن عثمان بن خثیم سألت عکرمۃ انا وعبداللہ بن سعید عن قولہ: والنخل باسقات، قال: بسوقھا کبسوق النساء عند ولادتھا۔ فرحت الی سعید، فاخبرتہ، فقال: کذب، بسوقھا طولھا[۸۵۷])۔

(۳) عبدالکریم جزری، عکرمہ سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے زمین کرائے پر دینے کو ناپسند کیا ہے۔ سعید بن جبیر سے اس کا ذکر کیا گیا تو انھوں نے فرمایا کہ انھوں نے غلط کہا۔ میں نے حضرت ابن عباسؓ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ سب سے اچھی بات یہ ہے کہ تم سال بہ سال خالی زمین کرائے پر دیا کرو۔ (عن عبدالکریم الجزری عن عکرمۃ انہ کرہ کراء الارض، فذکرت ذلک لسعید، فقال کذب عکرمۃ، سمعت ابن عباس یقول: ان امثل ما انتم صانعون استئجار الارض البیضاء سنۃ بسنۃ[۸۵۸])

(۴) طاؤس کہتے ہیں اگر عکرمہ مولی ابن عباس اللہ سے ڈرتے اور اپنی بعض احادیث کی روایت سے رک جاتے تو مرجع خلائق ہوتے۔ (عن طاوس قال: لو أن مولی ابن عباس اتقی اللہ وکف من حدیثہ لشدت الیہ المطایا[۸۵۹])۔

(۵) مطر کہتے ہیں کہ میں نے عطاء بن ابی رباح سے کہا کہ عکرمہ حضرت ابن عباسؓ کا قول نقل کرتے ہیں کہ قرآن پاک نے موزوں پر مسح کے باب میں سبقت حاصل کرلی ہے۔ یعنی موزوں پر مسح کی اجازت ابتدا میں تھی بعد میں قرآن پاک کی آیت وضو کے ذریعے منسوخ ہوگئی۔ اس پر عطاء نے کہا کہ عکرمہ غلط کہتے ہیں، میں نے حضرت ابن عباسؓ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ اگر تم

بیت الخلاء سے نکلو جب بھی موزوں پر مسح کرو۔ (قال مطر: قلت لعطاء: ان عکرمۃ قال: قال ابن عباس: سبق الکتابُ المسح علی الخفین، فقال: کذب عکرمۃ، سمعت ابن عباس یقول: امسح علی الخفین وان خرجت من الخلاء[۹])

ان مثالوں کے ذریعے اس طرف بھی توجہ دلانا مقصود ہے کہ کسی راوی کے حفظ وضبط کی کمی یا اس کے ضعف وکذب پر استدلال کی ایک شکل ابتدا ہی سے یہ بھی رہی ہے کہ جرح کرنے والا اپنی مرویات سے متکلم فیہ راوی کی مرویات کا موازنہ ومقابلہ کرتا ہے اور پھر جب اسے اپنے سے مختلف پاتا ہے تو اس کی طرف غلط بیانی وکذب کی نسبت کر دیتا ہے۔ ایک مجتہد کی طرح کبھی وہ اپنے اجتہاد میں کامیاب رہتا ہے اور کبھی اس سے غلطی بھی واقع ہو جاتی ہے۔

سلسلۂ زیر بحث میں دو باتیں اور بھی قابل ذکر ہیں۔ ایک تو یہ کہ علمی افادہ واستفادہ کی عام طور پر دو صورتیں رائج رہی ہیں۔ اولاً یہ کہ شاگرد سوال کریں اور استاد جواب دے ثانیاً یہ کہ استاد خود ہی شاگردوں کو اپنے تجربات سے مستفید کرے۔ اصحابِ جرح وتعدیل کے یہاں بھی یہ دونوں صورتیں ابتدا ہی سے ملتی ہیں۔ یہاں اس کے لیے الگ سے مثالیں پیش کرنے کی ضرورت نہیں۔ گذشتہ صفحات میں اس کے شواہد بکثرت موجود ہیں۔ ان کی طرف مراجعت کی جا سکتی ہے۔

دوسری قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ صحابۂ کرام اور کبارِ تابعین کے عہد میں جھوٹے راویوں اور جھوٹی روایتوں کا سلسلہ اگرچہ شروع ہو چکا تھا، لیکن بحیثیتِ مجموعی ان راویوں اور ایسی روایتوں کی تعداد بہت تھوڑی تھی۔ اس لیے ان حضرات کو راویانِ حدیث کے بارے میں بہت زیادہ تحقیق وتفتیش اور پھر جرح وتعدیل کی ضرورت بھی پیش نہیں آئی۔ یہی سبب ہے کہ اس عہد میں جرح وتعدیل کے اقوال بہت کم ملتے ہیں۔

پھر اس وقت ایک بڑی سہولت یہ بھی تھی کہ کسی بھی بے بنیاد روایت کی حقیقت جاننے اور جھوٹ کا پردہ فاش کرنے کے لیے صحابۂ کرام کی طرف رجوع کیا جا سکتا تھا۔ چنانچہ جب حضرت انس رضی اللہ عنہ بن مالک کی وفات ہوئی تو مُورِّق العجلی ابو معتمر البصری نے کہا کہ آج نصف علم چلا گیا۔ لوگوں نے پوچھا یہ کیسے؟ انھوں نے جواب دیا کہ جب اہل بدعت میں کا کوئی شخص حدیث کے معاملے میں ہماری مخالفت کرتا تھا تو ہم کہتے کہ آؤ اس کے پاس چلیں جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے براہِ راست حدیثیں سنی ہیں۔ (لما مات أنس بن مالک، قال مؤرق: ذهب اليوم نصف علم، قيل: كيف ذلك؟ قال: كان الرجل من اهل الاهواء اذا خالفنا في الحديث قلنا

تعالیٰ إلی من سمعہ من النبی صلی اللہ علیہ وسلم[۹۱])۔

(۳)

اب ہم تابعین کے اگلے طبقے کی طرف منتقل ہوتے ہیں۔ جرح وتعدیل کے نقطۂ نظر سے اس طبقے میں سب سے زیادہ اہمیت ایوب سختیانی (۶۸ھ-۱۳۱ھ) کو حاصل ہے۔ ان کے علاوہ سلیمان التیمی (۴۶ھ-۱۴۳ھ) سعد بن ابراہیم (۵۳ھ-۱۲۵ھ) زہری (۵۸ھ-۱۲۴ھ) قتادہ (۶۰ھ-۱۱۸ھ) عبداللہ بن عون (۶۶ھ-۱۵۱ھ) اور یونس بن عبید (۶۸ھ-۱۴۰ھ) بھی اس طبقے کے اہم افراد ہیں۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ جرح وتعدیل کا فن بڑی حد تک اجتہادی ہے۔ یعنی اصحاب جرح و تعدیل اپنے علم، مطالعے اور بصیرت کی بنیاد پر کسی راوی کے بارے میں کوئی رائے قائم کرتے ہیں۔ اکثر و بیشتر ان کی رائیں حقیقت پر مبنی اور مطابقِ واقعہ ہوتی ہیں، لیکن مختلف اسباب و وجوہ کی بنا پر کبھی کبھی فیصلے میں ان سے غلطی بھی ہو جاتی ہے۔ ایسی صورت میں بالعموم ان کے معاصرین یا بعد میں آنے والے اصحابِ فن ان کی تصحیح کر دیا کرتے ہیں۔ ہماری معلومات کی حد تک اس مستحسن روایت کا آغاز اسی طبقے سے ہوتا ہے۔ اس کی مثال میں حضرت ابن عباسؓ کے تلمیذ رشید عکرمہ کا نام پیش کیا جا سکتا ہے۔ جیسا کہ گذشتہ صفحات میں تفصیل کے ساتھ نقل کیا گیا۔ ان کے بارے میں ان کے متعدد نامور معاصرین کی رائے اچھی نہ تھی لیکن ایوب سختیانی نے ان بزرگوں کی رایوں سے اختلاف کیا۔ ایک موقع پر جب ان سے عکرمہ کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے فرمایا کہ اگر وہ میرے نزدیک ثقہ نہ ہوتے تو میں ان کی روایتیں نہ لکھتا۔ (لو لم یکن عندی ثقة لم اکتب عنه[۹۲])۔ ایک دوسرے موقع پر جب ان سے کہا گیا کہ کیا آپ لوگ عکرمہ کو متہم سمجھتے تھے؟ تو جواب دیا کہ میں تو انھیں متہم نہیں سمجھتا تھا۔ (قیل لایوب اکنتم تتھمون عکرمة؟ قال: أما أنا فلم اکن اتھمه[۹۳])۔

ایوب نے کس بنا پر اپنے پیش روؤں کی رایوں سے اختلاف کیا؟ اس سلسلے میں ان کے موقف کو سمجھنے کے لیے درج ذیل روایت کا مطالعہ مفید ہوگا۔ ایوب خود ہی روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایتوں کے حفاظ سعید بن جبیر، عطا اور طاؤس وغیرہ عکرمہ کے پاس جمع ہوئے۔ انھیں بٹھایا اور ان سے حضرت ابن عباسؓ کی مختلف روایات کے بارے میں سوالات شروع کیے۔ جب بھی وہ کوئی حدیث بیان کرتے سعید بن جبیر ان کی تصدیق کرتے

تاآنکہ ان سے کہا گیا کہ سورۂ کہف میں حضرت موسیٰؑ اور حضرت خضر کے واقعے کے تحت جس مچھلی کا ذکر آیا ہے، اس کے بارے میں بتائیں۔ اس کے جواب میں انھوں نے فرمایا کہ وہ مچھلی ٹخنوں کے بقدر پانی میں ان دونوں کے ساتھ ساتھ چل رہی تھی۔ اس پر سعید بن جبیر نے کہا کہ میں حضرت ابن عباسؓ کے بارے میں گواہی دیتا ہوں، انھوں نے یہ فرمایا تھا کہ وہ دونوں اسے ایک ٹوکرے میں اٹھائے ہوئے ساتھ ساتھ چل رہے تھے۔ اس روایت کو نقل کر کے ایوب سختیانی کہتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ حضرت ابن عباسؓ سے دونوں قول مروی ہیں۔ (أراه كان يقول القولين جميعا۔[۹۴])

ایوب سختیانی کے قول کا منشا یہ ہے کہ عکرمہ اور سعید بن جبیر دونوں کی روایتیں اپنی اپنی جگہ درست ہو سکتی ہیں۔ اس لیے محض اس بنیاد پر عکرمہ کی تکذیب نہیں کی جا سکتی۔ اسی طرح کا ایک بیان زہری کا بھی ہے:

ابو بکر الہذلی کہتے ہیں کہ میں نے زہری سے کہا کہ عکرمہ اور سعید بن جبیر کے مابین اس بارے میں اختلاف ہے کہ قرآن پاک کی آیت: "انا کفیناک المستھزئین" (سورہ حجر آیت ۹۵) میں جن "مستہزئین" کا ذکر آیا ہے، ان میں سے ایک کا مصداق کون ہے؟ سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ وہ حارث بن غیطلہ ہے اور عکرمہ کہتے ہیں کہ وہ حارث بن قیس ہے۔ زہری نے جواب دیا کہ دونوں اپنی اپنی جگہ درست کہتے ہیں۔ اس کی ماں غیطلہ کہلاتی تھی اور باپ قیس کہلاتا تھا۔ (قال ابوبكر الهذلي: قلت للزهري: ان عكرمة وسعيد بن جبير اختلفا في رجل من المستهزئين، فقال سعيد: الحارث بن غيطلة، وقال عكرمة: الحارث بن قيس، فقال: صدقا جميعا، كانت امه تدعى غيطلة، وكان ابوه يدعى قيسا[۹۵])۔

اس کے علاوہ راوی پر جرح سے متعلق بعض اہم امور، جن کی جانب، اس عہد میں توجہ دلائی گئی یہ ہیں:

(الف) بحیثیت انسان کسی شخص کا اچھا اور قابلِ تعریف ہونا اور راوی کی حیثیت سے اس کا مقبول و معتبر ہونا دو الگ الگ چیزیں ہیں۔ حماد بن زید کہتے ہیں: قال ایوب: ان لی جارا ثم ذکر من فضله، ولو شهد على تمرتين ما رأيت شهادته جائزة۔[۹۶] (ایوب نے کہا کہ میرا ایک پڑوسی ہے۔ پھر اس کی خوبیوں کا ذکر کیا پھر کہا کہ وہ اگر دو کھجوروں کے بارے میں بھی گواہی دے، تو میں اس کی گواہی کو درست نہیں سمجھوں گا)۔

(ب) راوی حدیث کے بارے میں یہ بھی دیکھنا چاہئے کہ وہ فن حدیث، اس کے اصول وآداب اور تقاضوں سے بھی واقف ہے یا نہیں؟ حماد بن زید روایت کرتے ہیں: ذکر فرقد عند ایوب فقال ان فرقدًا لیس صاحب حدیث۔[97] (ایوب کے سامنے فرقد بن یعقوب السبخی کا ذکر آیا تو انھوں نے کہا کہ فرقد صاحب حدیث نہیں ہے)۔

(ج) ایسا راوی جس کے یہاں غرائب کی کثرت ہو، اس سے احتراز کرنا چاہئے۔ حماد بن زید کہتے ہیں: کان رجل قد لزم ایوب وسمع منہ، ففقدہ ایوب، فقالوا لہ: یا ابا بکر انہ قد لزم عمرو بن عبید۔ قال حماد: نبینا انا یومًا مع ایوب وقد بکرنا الی السوق فاستقبلہ الرجل، فسلّم علیہ ایوب وسألہ۔ ثم قال لہ ایوب: بلغنی انک لزمت ذلک الرجل، قال حماد: سمّاہ یعنی عمرًا۔ قال: نعم یا ابا بکر انہ یجیئنا بأشیاء غرائب قال: یقول لہ ایوب: انما نفرّ او نفرق من تلک الغرائب۔[98] (ایک شخص ایوب کے ساتھ لگ گیا۔ ان سے روایتیں سنیں۔ پھر لاپتہ ہوگیا۔ لوگوں نے کہا کہ اے ابو بکر! وہ عمرو بن عبید کے ساتھ لگ گیا ہے۔ حماد کہتے ہیں کہ ایک روز میں ایوب کے ساتھ تھا، ہم لوگ منہ اندھیرے بازار کی طرف چلے جا رہے تھے کہ وہ آدمی سامنے سے آتا ہوا دکھائی دیا۔ ایوب نے اسے سلام کیا، اس کا حال پوچھا، پھر کہا کہ مجھے اطلاع ملی ہے کہ تم فلاں شخص کے ساتھ لگ گئے ہو۔ حماد کہتے ہیں کہ انھوں نے اس کا یعنی عمرو کا نام لیا۔ اس آدمی نے جواب میں کہا کہ ہاں اے ابو بکر! وہ ہمیں عجیب عجیب روایتیں سناتا ہے۔ ایوب نے کہا کہ ہم انھیں غرائب سے بھاگتے ہیں یا یہ کہا کہ ڈرتے ہیں)۔

(د) فاسد العقیدہ راوی بھی قابل احتراز ہے۔ عمرو بن عبید پر اس پہلو سے بھی جرح کی گئی ہے۔ سلام بن ابی مطیع کہتے ہیں: بلغ ایوب انی آتی عمروًا، فأقبل علیّ یومًا، فقال: أرأیت رجلًا لا تامنہ علی دینہ کیف تأمنہ علی الحدیث؟[99] (ایوب کو اطلاع ملی کہ میں عمرو بن عبید کے پاس آتا جاتا ہوں، تو ایک دن وہ میرے روبرو آئے اور مجھ سے کہا کہ یہ بتاؤ تم جس پر دین کے معاملے میں اعتماد نہیں کرتے، اس پر حدیث کے معاملے میں کیسے اعتماد کر سکتے ہو؟)

یہاں ضمناً عمرو بن عبید کی ایک روایت کا ذکر مناسب معلوم ہوتا ہے، جسے سن کر ایوب سختیانی نے اس کی تکذیب کی تھی اور غالبًا اسی قسم کی روایات کی بنیاد پر انھوں نے اس کے بارے میں فاسد العقیدہ اور بددین ہونے کا حکم بھی لگایا تھا۔ روایت یہ ہے:

قیل لایوب: ان عمرو بن عبید روی عن الحسن ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

قال: اذا رأيتم معاوية على منبري فاقتلوه، قال كذب۔[۱۰۰] (ایوب سے کہا گیا کہ عمرو بن عبید حسن بصری سے روایت کرتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب تم لوگ معاویہ کو میرے منبر پر دیکھو تو قتل کردو۔ ایوب نے کہا کہ وہ جھوٹ بولتا ہے)۔

تاریخ کی مدد سے کسی راوی کی کذب بیانی ثابت کرنے کی اولین کوششیں بھی غالباً اسی عہد سے تعلق رکھتی ہیں۔ اس سلسلے میں درج ذیل روایت ملاحظہ ہو۔ ہمام کہتے ہیں:

دخل ابوداؤد الاعمى على قتادة، فلما قام، قالوا: إن هذا يزعم انه لقي ثماني عشر بدريا، فقال قتادة: هذا كان سائلا قبل الجارف، لا يعرض لشئ من هذا ولا يتكلم فيه۔ فوالله ما حدثنا الحسن عن بدري مشافهة، ولا حدثنا سعيد بن المسيب عن بدري مشافهة إلا عن سعد بن مالك۔[۱۰۱] (ابو داؤد اعمیٰ ایک دن قتادہ کے پاس آیا۔ جب مجلس سے اٹھا تو لوگوں نے بتایا کہ یہ کہتا ہے کہ اس نے اٹھارہ بدری صحابہ سے ملاقات کی ہے۔ قتادہ نے کہا کہ وہ تباہ کن طاعون سے پہلے گداگری کرتا پھرتا تھا۔ علم حدیث سے نہ اس کا اشتغال تھا، نہ اس فن میں وہ کچھ گفتگو کرتا تھا۔ بخدا نہ تو حسن بصری نے کسی بدری صحابی سے براہ راست سنی ہوئی کوئی روایت ہم سے بیان کی اور نہ سعید بن المسیب نے۔ ہاں حضرت سعد بن مالکؓ سے سعید بن المسیب کا سماع ثابت ہے)۔

اہل بدعت یا اہل اہوا کی اصطلاح کبار تابعین کی طرح اس عہد میں بھی مروج رہی ہے اور قدریہ، مرجیہ وغیرہ کے خلاف اس طبقے کے تابعین نے بھی شدید تنفر کا اظہار کیا ہے۔ اس سلسلے میں بعض بیانات ملاحظہ ہوں:

یونس بن عبید کہتے ہیں: لا يمكن احدكم سمعه من اصحاب الاهواء۔[۱۰۲] (تم لوگ بندگان ہوا و ہوس کی باتیں ہرگز نہ سننا)۔ ایک موقع پر جب انھیں معلوم ہوا کہ ان کے کوئی بیٹے عمرو بن عبید کی مجلس میں گئے تھے، تو انھوں نے غضب ناک ہو کر فرمایا: أنهاك عن الزنا، والسرقة، وشرب الخمر، ولان تلقى الله بهن احب الي من ان تلقاه براي عمرو واصحاب عمرو۔[۱۰۳] (میں تمہیں زنا، چوری اور مے خواری سے روکتا ہوں۔ پھر اگر تم ان گناہوں سے آلودگی کی حالت میں اللہ تعالیٰ کا سامنا کرو، تو وہ مجھے زیادہ پسند ہے، بہ نسبت اس کے کہ تم عمرو اور اس کے ہمراہیوں کے نظریہ وخیال کے ساتھ اس کے حضور میں جاؤ)۔

یحییٰ بن ابی کثیر (ف ۱۲۹ھ) کہتے ہیں: اذا رأيت المبتدع في طريق فخذ في غيره۔[۱۰۴] (اگر کسی راستے میں بدعتی پر نظر پڑ جائے تو راستہ بدل دو)۔

سعید بن عامر روایت کرتے ہیں: مرض سلیمان التیمی فبکی، فقیل مایبکیک؟ قال: مررت علی قدری، فسلمت علیه، فأخاف الحساب علیه[۱۰۵] (سلیمان تیمی بیمار ہوئے تو رونے لگے۔ لوگوں نے پوچھا آپ کیوں رو رہے ہیں؟ انھوں نے جواب دیا کہ ایک بار میرا گذر ایک ایسے شخص کے پاس سے ہوا جو فرقۂ قدریہ سے تعلق رکھتا تھا۔ میں نے اسے سلام کر دیا۔ میں ڈرتا ہوں کہیں اس پر میرا محاسبہ نہ ہو جائے)۔

سلیمان التیمی کے بارے میں یہ بھی روایت ہے کہ وہ حدیث سنانے سے پہلے طالب حدیث کا عقیدہ معلوم کرتے تھے۔ خاص طور پر عقیدۂ قدر سے اس کی برات کی قسم لیتے تھے۔ تب حدیث سناتے تھے۔[۱۰۶] ایک بار انھوں نے ایک شخص سے کہا: نشدتك بالله اجهمی انت؟ فقال: ما انطنك من این تعرفنی؟[۱۰۷] (تجھے خدا کا واسطہ کیا تو فرقۂ جہمیہ سے تعلق رکھتا ہے؟ اس نے جواب دیا آپ کس قدر زیرک ہیں مجھے کہاں سے پہچانتے ہیں؟)

سلام بن ابی مطیع روایت کرتے ہیں: رأی ایوب رجلا من اهل الاهواء فقال: انی لاعرف الذلة فی وجهه[۱۰۸] (ایوب نے اہل اہوا میں سے ایک شخص کو دیکھا تو فرمایا کہ میں اس کے چہرے پر ذلت کے آثار کی شناخت کر رہا ہوں)۔

اس طبقے کے تابعین سے مختلف راویوں کے بارے میں جرح کے جو کلمات منقول ہیں ان میں سے بعض ذیل میں نقل کیے جاتے ہیں:

ایوب سختیانی، ابوامیہ عبدالکریم بصری کے بارے میں فرماتے ہیں: کان غیر ثقة، لقد سألنی حدیثا لعکرمة، ثم قال: سمعت عکرمة۔[۱۰۹] (وہ غیر ثقہ تھا۔ اس نے مجھ سے عکرمہ کی ایک حدیث کے بارے میں دریافت کیا۔ پھر کہنے لگا کہ میں نے عکرمہ سے سنا ہے)

ایک اور راوی کے بارے میں فرمایا: لم یکن بمستقیم اللسان۔[۱۱۰] (اس کی زبان درست نہ تھی)

ایک دوسرے راوی کے بارے میں فرمایا: یزید فی الرقم۔[۱۱۱] (وہ قیمت بڑھا دیا کرتا ہے)۔

ابوالزبیر محمد بن مسلم بن تدرس کے بارے میں ان کا قول ہے: حدثنا ابوالزبیر و ابوالزبیر ابوالزبیر[۱۱۲] (ہم سے ابوالزبیر نے بیان کیا اور ابوالزبیر ابوالزبیر ہیں)۔ امام احمد فرماتے ہیں کہ اس سے ابوالزبیر کی تضعیف مراد ہے[۱۱۳]

یونس بن عبید کہتے ہیں: ما استخف الحسن شیئ ما استخفه القدر۔[۱۱۴] (عقیدۂ قدر نے حسن بصری کی حیثیت کم کر دی)۔

انھیں کا قول ہے: کان عمرو بن عبید یکذب فی الحدیث[۱۱۵] (عمرو بن عبید حدیث میں کذب بیانی کرتا ہے)۔

عبداللہ بن عون شہر بن حوشب کے بارے میں فرماتے ہیں: إن شھرا نزکوہ[۱۱۶] (لوگوں نے شہر کو نیزے مارے ہیں)۔

اب توثیق و توصیف کے کلمات بھی ملاحظہ ہوں۔ مندرجہ ذیل اقوال ایوب سختیانی کے ہیں:

ما رأیت أحدا اعلم من الزھری[۱۱۷] (میں نے زہری سے زیادہ علم والا کوئی نہیں دیکھا)۔

ماقدم علینا احد من الکوفۃ افضل من سفیان الثوری[۱۱۸] (سفیان ثوری سے افضل کوئی شخص کوفہ سے ہمارے پاس نہیں آیا)۔

لایفقہ رجل لایدخل حجرۃ سعید بن ابی عروبۃ[۱۱۹] (جو شخص سعید بن ابی عروبۃ کی کوٹھری میں داخل نہ ہو فقیہ نہیں ہو سکتا)۔

لیس احد افضل لحدیث حمید بن ھلال من سلیمان بن المغیرۃ[۱۲۰] (حمید بن ہلال کی احادیث کے سلسلے میں سلیمان بن مغیرہ سے افضل کوئی نہیں ہے)۔

قال وھیب: کان یقول لنا ایوب: خذوا من سلیمان بن المغیرۃ[۱۲۱] (وہیب کہتے ہیں ہم سے ایوب کہا کرتے تھے کہ سلیمان بن مغیرہ سے روایات لیا کرو)۔

درج ذیل اقوال قتادہ کے ہیں:

ما رأیت أعلم من سعید المسیب[۱۲۲] (میں نے سعید بن المسیب سے زیادہ علم والا نہیں دیکھا)

ما رأیت شریف قوم افضل من الاحنف[۱۲۳] (میں نے احنف سے زیادہ افضل کوئی سردارِ قوم نہیں دیکھا)۔

اعلم من بقی بالتفسیر مجاھد[۱۲۴] (اب جو لوگ باقی بچے ہیں، ان میں تفسیر کے سب سے بڑے عالم مجاہد ہیں)۔

کان اعلام التابعین اربعۃ، کان عطاء اعلمھم بالمناسک، وکان سعید بن جبیر اعلمھم بالتفسیر، وکان عکرمۃ أعلمھم بسیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم وکان الحسن من اعلم الناس بالحلال والحرام[۱۲۵] (کبارِ تابعین چار تھے۔ عطاء بن ابی رباح عبادات کے سب سے بڑے عالم تھے۔ سعید بن جبیر تفسیر کے۔ عکرمہ سیرت نبوی کے اور حسن بصری حلال و حرام کے)۔

یہ دونوں بیانات ابن عون کے ہیں:

ثلاثة ما رأيت مثلهم - محمد بن سيرين بالعراق، والقاسم بن محمد بالحجاز، ورجاء بن حيوة بالشام[۱۲۶] (تین شخصیتیں ایسی ہیں، جن کی نظیر میری نگاہ سے نہیں گذری۔ عراق میں محمد بن سیرین، حجاز میں قاسم بن محمد اور شام میں رجاء بن حیوہ)

ما أبو الزبير بدون عطاء بن أبي رباح[۱۲۷]۔ (ابو الزبیر عطاء بن ابی رباح سے کم نہیں ہیں)۔

یہ قول سعد بن ابراہیم کا ہے:

هذا ابن أبي ذئب وهو عندي ثقة[۱۲۸]۔ یہ ابن ابی ذئب ہیں اور وہ میرے نزدیک ثقہ ہیں۔

یہ قول زہری کا ہے:

لو رأيت طاوساً علمت انه لا يكذب[۱۲۹]۔ (اگر تم نے طاؤس کو دیکھا ہوتا تو جان لیتے کہ وہ جھوٹ نہیں بولتے ہیں)۔

کبارِ تابعین میں کن حضرات کی روایت معنی کے لحاظ سے ہوتی تھی اور کون لوگ الفاظِ حدیث کی پابندی کرتے تھے؟ اس سلسلے میں ابن عون کا قول ملاحظہ ہو: كان ابراهيم والشعبي والحسن يأتون بالحديث على المعاني، وكان القاسم وابن سيرين، ورجاء يعيدون الحديث على حروفه[۱۳۰]۔ (ابراہیم نخعی، شعبی اور حسن بصری معنیٰ حدیث کی روایت کرتے تھے اور قاسم بن محمد بن ابی بکر، ابن سیرین اور رجاء بن حیوہ حدیث کو لفظ بہ لفظ دہراتے تھے)۔

یہ سوال کہ فلاں تابعی کا سماع فلاں صحابی سے ہے یا نہیں؟ اور اگر ہے تو کتنی احادیث میں ہے؟ اس قسم کے سوالات کا سلسلہ اسی عہد سے شروع ہوتا ہے۔ یونس بن عبید کہتے ہیں:

لم يسمع الحسن من أبي هريرة[۱۳۱]۔ (حضرت ابوہریرہؓ سے حسن بصری کا سماع ثابت نہیں ہے)

ابن عون فرماتے ہیں: كان محمد لا يرفع من حديث أبي هريرة الا ثلاثة احاديث[۱۳۲] (حضرت ابوہریرہؓ سے محمد بن سیرین نے صرف تین حدیثیں سنی ہیں)۔

قتادہ کہتے ہیں: ما شافه الحسن بدرياً بحديث[۱۳۳] (حسن بصری نے کسی بدری صحابی سے کوئی حدیث نہیں سنی)۔

حواشی

۱۲۷ مقدمہ مسلم ۱۲۸ ایضاً

۱۲۹ سیر اعلام النبلاء ۴/۶۱۱

۱۵۰ مسند احمد ۵/۳۱۵-۳۱۶ (عن عبد اللہ الصنابحی قال: زعم ابو محمد ان الوتر واجب)

فقال عبادۃ بن الصامت: کذب ابو محمد) ابو داؤد، نسائی، ابن ماجہ اور دوسری کتب حدیث میں بھی یہ روایت موجود ہے۔

۵۱ھ شارح ابو داؤد علامہ منذری لکھتے ہیں: وقولہ "کذب" أی أخطأ، وسماہ کذبا لانہ یشبہہ فی کونہ ضد الصواب، کما ان الکذب ضد الصدق، وھذا الرجل لیس بمخبر وانما قالہ باجتہاد، والاجتہاد لا یدخلہ الکذب، وانما یدخلہ الخطاء۔ وقد جاء کذب بمعنی اخطاء فی غیر موضع۔ (بحوالہ عون المعبود، لشمس الحق عظیم آبادی۔ ۴/۹۴-۹۵)

۵۲ھ مقدمہ مسلم ۵۳ھ مقدمہ مسلم، سیر اعلام النبلاء ۴/۱۵۳

۵۴ھ سیر اعلام النبلاء ۵/۱۴۱ ۵۵ھ ایضاً ۴/۱۵۳

۵۶ھ لسان المیزان، لابن حجر ۶/۷۰، مقدمہ مسلم ۵۷ھ سیر اعلام النبلاء ۵/۲۵

۵۸ھ ایضاً ۵۹ھ ایضاً ۵/۳۰۷

۶۰ھ ایضاً ۴/۲۸ – لیکن علامہ ذہبی کو ابراہیم نخعی کی اس رائے سے اتفاق نہیں ہے۔ وہ لکھتے ہیں: قلت وکان کثیر من حدیثہ ناسخا، لان اسلامہ کان لیالی فتح خیبر (بحوالہ مذکورہ)

۶۱ھ ایضاً ۴/۶۱۱ ۶۲ھ ایضاً ۴/۵۷

۶۳ھ ایضاً ۴/۵۵-۵۶ ۶۴ھ ایضاً ۴/۵۶۰

۶۵ھ ایضاً ۴/۶۵ ۶۶ھ ایضاً ۴/۵۷

۶۷ھ ایضاً ۵/۱۷ ۶۸ھ ایضاً ۴/۵۱

۶۹ھ ایضاً ۵/۱۲ ۷۰ھ ایضاً ۴/۶۵

۷۱ھ و ۷۲ھ ایضاً ۴/۱۶۳ ۷۳ھ ایضاً ۵/۲۷۱

۷۴ھ ایضاً ۴/۴۷۰ ۷۵ھ ایضاً ۴/۲۶۱

۷۶ھ ایضاً ۵/۲۷۲ ۷۷ھ ایضاً ۴/۱۶۳

۷۸ھ ایضاً ۴/۵۲۳ ۷۹ھ ایضاً ۴/۱۸۷

۸۰ھ ایضاً بحوالہ مذکورہ ۸۱ھ تہذیب التہذیب، لابن حجر العسقلانی، ۵/۳۱

۸۲ھ ایضاً بحوالہ مذکورہ ۸۳ھ مقدمہ مسلم

۸۴ھ سیر اعلام النبلاء ۵/۲۷۲ ۸۵ھ ایضاً ۴/۶۱۷

۸۶ھ ایضاً ۵/۲۳۔ (لیکن عکرمہ پر یہ جرح درست نہیں، کیونکہ حضرت ابن عباسؓ سے متعدد طرق سے یہ مضمون مروی ہے۔ بلکہ حضرت میمونہؓ کے بھانجے حضرت یزید بن الاصمؒ اور حضرت ابورافعؓ کی روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ خود حضرت ابن عباسؓ کو اس باب میں غلط فہمی ہوگئی تھی)۔

۸۷ھ ایضاً ۵/۲۴ (عکرمہ کی طرح حسن بصری اور قرّاء نے بھی "باسقات" کو "حوامل" کے معنی میں لیا ہے۔ دوسری جانب عکرمہ سے "باسقات" بمعنی "طوال" بھی تفسیر طبری میں مروی ہے)

۸۸ھ ایضاً ۵/۲۵ ۸۹ھ ایضاً ۵/۲۴

۹۰ھ ایضاً ۵/۲۴ (یہاں بھی عکرمہ پر جرح درست نہیں۔ کیوں کہ سعید بن جبیر نے بھی حضرت ابن عباسؓ سے اسی طرح کی روایت نقل کی ہے، جس کے الفاظ یہ ہیں: عن سعید بن جبیر، عن ابن عباس قال: قد مسح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی الخفین، فاسألوا هؤلاء الذین یزعمون ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم مسح قبل نزول المائدۃ أو بعد المائدۃ؟ واللہ ما مسح بعد المائدۃ، ولأن امسح علی ظهر عابر بالفلاۃ أحب إلیّ من ان امسح علیهما۔ مسند احمد ۱/۳۲۳)

۹۱ھ تہذیب التہذیب ۱/۲۷۸ ۹۲ھ سیر اعلام النبلاء ۵/۱۸

۹۳ھ ایضاً ۵/۱۸-۱۹ ۹۴ھ ایضاً ۵/۱۷

۹۵ھ ایضاً ۵/۱۹ ۹۶ھ مقدمہ مسلم

۹۷ھ ایضاً ۹۸ھ ایضاً

۹۹ھ ایضاً ۱۰۰ھ سیر اعلام النبلاء ۶/۱۰۵

۱۰۱ھ مقدمہ مسلم۔ ایک دوسری روایت کے مطابق انھوں نے یہ الفاظ بھی کہے: "کذب۔ ماسمع منهم" (ایضاً بحوالۂ مذکورہ)

۱۰۲ھ سیر اعلام النبلاء ۵/۲۹۳

۱۰۳ھ ایضاً ۶/۲۹۴ ۱۰۴ھ ایضاً ۶/۲۹

۱۰۵ھ ایضاً ۶/۳۰۰ ۱۰۶ھ و ۱۰۷ھ ایضاً بحوالۂ مذکورہ

۱۰۸ھ ایضاً ۶/۲۱ ۱۰۹ھ و ۱۱۰ھ و ۱۱۱ھ مقدمہ مسلم

۱۱۲ھ سیر اعلام النبلاء ۵/۳۸۱ ۱۱۳ھ ایضاً ۵/۳۸۱ (یضعفہ بذلک)

۱۱۴ھ ایضاً ۴/۵۸۰ ۱۱۵ھ و ۱۱۶ھ مقدمہ مسلم

۱۱۷؎ سیر اعلام النبلاء ۵/۳۳۶ — ۱۱۸؎ ایضاً ۷/۲۳۷
۱۱۹؎ ایضاً ۶/۴۱۴ — ۱۲۰؎ و ۱۲۱؎ ایضاً ۷/۴۱۸
۱۲۲؎ ایضاً ۴/۲۲۲ — ۱۲۳؎ ایضاً ۴/۹۱
۱۲۴؎ ایضاً ۴/۴۵۱ — ۱۲۵؎ ایضاً ۵/۱۷
۱۲۶؎ ایضاً ۴/۵۵۹ — ۱۲۷؎ ایضاً ۵/۳۸۳
۱۲۸؎ ایضاً ۵/۴۲۰ — ۱۲۹؎ ایضاً ۵/۴۳
۱۳۰؎ ایضاً ۴/۵۵۹ — ۱۳۱؎ ایضاً ۴/۵۶۸
۱۳۲؎ ایضاً ۶/۳۵۹ — ۱۳۳؎ ایضاً ۴/۵۶۷

مکتبہ تحقیق سے آپ احادیث اور سیرت کی کتابیں طلب کر سکتے ہیں

۱۔ بخاری شریف مترجم ۳ جلدوں میں	۳۰۰/=	۱۱۔ سیرت سرور عالم مولانا مودودی اول	۸۵/=
۲۔ مسلم شریف " ۶ جلدوں میں	۳۲۵/=	۱۲۔ " دوم	۸۵/=
۳۔ سنن ابی داؤد "	۲۴۵/=	۱۳۔ سیرت محمد محمد حسین ہیکل	۱۲۰/=
۴۔ ترمذی شریف ۲ جلدوں میں	۲۱۰/=	۱۴۔ امام ابوحنیفہ محمد ابوزہرہ	۶۵/=
۵۔ مشکوٰۃ المصابیح ۳ جلدوں میں	۲۲۵/=	۱۵۔ خصائص الکبریٰ اول دوم مکمل	۱۷۵/=
۶۔ مؤطا امام مالک	۸۵/=	۱۶۔ اسوۂ حسنہ بنت الاسلام	۸۰/=
۷۔ مؤطا امام محمد	۷۵/=	۱۷۔ حضرت ابوبکر صدیق سید عبدالصبور طارق	۳۰/=
۸۔ ریاض الصالحین	۵۰/=	۱۸۔ حیات حضرت ابوبکر علی طنطاوی	۴۰/=
سیرت و تاریخ		۱۹۔ تذکار صحابیات طالب ہاشمی	۷۰/=
		۲۰۔ الرحیق المختوم صفی الرحمٰن	۱۵۰/=
۹۔ سیرت ابن ہشام، اول دوم مکمل	۱۹۰/=	۲۱۔ زنداں کے شب و روز۔ زینب غزالی	۳۰/=
۱۰۔ رحمۃ للعالمین محمد سلیمان سلمان منصورپوری	۱۱۰/=	۲۲۔ حیات رسول کے دس دن	۳۵/=

ملنے کا پتا: مکتبہ تحقیق — پان والی کوٹھی، دودھ پور، علی گڑھ